30

خوب دعائیں کرو کہ ہم بحیثیت جماعت خدا تعالیٰ سے اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے

(فرمودہ 24 اکتوبر 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مسنون طریق خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنے کا ہے مگر بوجہ اس کے کہ ابھی بیماری کی کمزوری کافی ہے مَیں کھڑے ہو کر خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ ہماری شریعت کا یہ ایک احسان ہے اور اس کے کامل ہونے کی دلیل کہ اس نے ہر حالت کے انسان کے لئے ایک جواز کی صورت پیدا کر دی ہے۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم ہے مگر کوئی شخص بوجہ بیماری کھڑا نہ ہو سکے تو اسے بیٹھ کر پڑھنے کی بھی اجازت ہے اور اگر کوئی بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر ہی پڑھ لینے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی لیٹ کر بھی کروٹ نہ بدل سکے تو اسے اجازت ہے کہ دل میں ہی نماز کی عبارتیں دہرا لے اور اگر کوئی بے ہوشی کی حالت میں ہو اور بیماری نے اسے بالکل مضمحل کر رکھا ہو اور حالتِ صحت میں باقاعدہ نماز پڑھنے والا ہو تو شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ جب بھی نماز کا وقت آئے گا اس کے نام نماز لکھ دی جائے گی۔ یہ اسلام کے فضائل میں سے ایک فضیلت ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات میں انسان کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتا ہے۔

آج مَیں اس امر کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ بوجہ بیماری اس سال کے

روزوں کے متعلق میں کوئی اعلان نہیں کر سکا۔ ہماری جماعت چونکہ دور دور پھیلی ہوئی ہے اس لئے پہلے سے ایسا اعلان ضروری ہوتا ہے مگر مَیں چونکہ بیمار تھا اس لئے پہلے اعلان نہ کر سکا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اس کے متعلق مضمون لکھوا کر "الفضل" میں شائع کرا دیتا مگر بیمار کا ذہن بھی چونکہ صاف نہیں ہوتا اس لئے وہ ہر قسم کی تجاویز بھی نہیں سوچ سکتا۔

بہرحال جو ہو چکا۔ سو ہو چکا۔ اب اس جمعہ میں مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ حسبِ سابق ہماری جماعت کے دوست اس شوال میں بھی سات روزے رکھیں۔ پہلا روزہ اس ہفتہ کی جمعرات سے شروع ہو۔ پھر ہر پیر اور جمعرات کو رکھتے ہوئے سات روزے پورے کئے جائیں چونکہ یہ روزے بھی نفلی ہیں اور دعاؤں کے لئے ہیں۔ اس لئے شوال کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ جو چھ روزے رکھتے تھے۔1 وہ بھی چونکہ نفلی ہیں اس لئے وہ چھ روزے بھی ان کے اندر شامل کئے جا سکتے ہیں اگر یہ روزے رکھ لئے جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کی جو سنت شوال میں روزے رکھنے کے متعلق ہے اس پر بھی عمل ہو گیا۔ وہ روزے چھ ہیں اور اس طرح ایک روزہ زیادہ ہو گا۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کئی بار بیان کیا ہے۔ یہ زمانہ جو گزر رہا ہے سخت مشکلات کا زمانہ ہے اور بہت نازک ہے۔ دنیا پر بھی مصائب پر مصائب آ رہی ہیں اور ہماری جماعت بھی بوجہ اقلیت ہونے کے سخت مشکلات میں سے گزر رہی ہے اور اس واسطے ہمارے لئے دعاؤں کا موقع مل جانا خواہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے پیدا کیا گیا ہو یا نظام کی طرف سے مقرر شدہ ہو۔ ایک برکت کی چیز ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر ہم بہت سی مشکلات سے بچ سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے بہت سے فضلوں کے وارث ہو سکتے ہیں۔ جو مصائب بندوں کی طرف سے لائی جاتی ہیں ان سے بچنے کے لئے اور جو فضل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے مقدر ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے یہ روزے بہت مفید ہیں۔ کیونکہ ان کی غرض یہی ہے کہ جماعت کے

دوستوں کو زیادہ دعائیں کرنے کا موقع ملے اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوست خصوصیت کے ساتھ تہجد کے لئے اٹھا کریں اور خصوصیت سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ کی مشکلات کو خواہ وہ رعایا کی طرف سے ہوں خواہ حکومت کی طرف سے اور خواہ دوسری حکومتوں کی طرف سے ہوں دور فرمائے اور سلسلہ کی عظمت کو قائم کرے اور اسے ترقی عطا فرمائے۔

کچھ عرصہ سے مَیں دیکھتا ہوں کہ بِلا وجہ اور بِلا سبب ہماری جماعت کے خلاف کارروائیاں کی جاتی ہیں اور اس کی بنیاد جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس بات پر ہے کہ حکومت کا خیال ہے کہ کوئی منظم جماعت ملک میں نہیں ہونی چاہئے۔ اخلاقی طور پر یہ ایسا گرا ہوًا خیال ہے کہ کسی مہذب کہلانے والی گورنمنٹ کو اس کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ مگر چونکہ دنیوی حکومتیں ہر بات کو دنیوی نقطۂ نگاہ سے دیکھتی ہیں اور الٰہی اخلاق ان کے سامنے نہیں ہوتے اس لئے وہ ایسی حرکات کر جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ متواتر سات آٹھ سال سے ایسی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ قسم قسم کے الزام تراش کر اور بہتان باندھ کر جماعت یا اس کے معزز افراد مثلاً مبلغین وغیرہ کو متہم کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور حیرت ہوتی ہے کہ حکومت کو ہو کیا گیا ہے۔ جو لوگ آج ہمارے خلاف جھوٹی باتیں کرتے ہیں وہ پہلے بھی کرتے تھے۔ جب گزشتہ سالوں میں ہمارے خلاف شورش اٹھائی گئی تو لارڈ ہیلی نے چِٹھی لکھ کر دی کہ جب مَیں پنجاب کا گورنر تھا اس وقت بھی اس جماعت کے خلاف ایسی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ حتّٰی کہ انہی باتوں کی تحقیقات کے لئے مجھے دو تین بار گورداسپور جانا پڑا تا معلوم کر سکوں کہ یہ باتیں کہاں تک صحیح ہیں اور مَیں نے ہمیشہ ان باتوں کو جھوٹا پایا اور یہی ثابت ہوا کہ وہ صرف دشمنی کی وجہ سے کی جاتی تھیں اور انہوں نے اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کیا اور کہا کہ اگر یہ معاملہ وزیر ہند کے پاس تحقیقات کے لئے آیا تو مَیں گواہی دوں گا۔ تو یہ چیزیں جو آج دشمنوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں پہلے بھی تھیں۔ یہ کہ لوگ ہمارے خلاف باتیں بناتے ہیں

کوئی نئی بات نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے وائسرائے اور گورنر تک یہ باتیں پہنچائی تھیں کہ یہ لوگ باغی ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ طاقت حاصل ہو تو حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ مرزا صاحب مہدی ہونے کے مدعی ہیں اور مہدی کے لئے جنگ لازمی چیز ہے مگر فرق صرف یہ ہے کہ اس زمانہ میں حکام کی ذہنیت اور تھی اور اس وقت کے حکام کی ذہنیت اَور ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی تاجر شہر کے قاضی کے پاس اپنا روپیہ امانت رکھ کر کہیں دور دراز کے سفر پر گیا۔ جب واپس آ کر مانگا تو قاضی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس تم نے کوئی امانت نہیں رکھی تھی۔ تاجر بادشاہ کے پاس گیا اور قاضی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا کہ چونکہ قاضی ایک دفعہ انکار کر چکا ہے تو اسے تسلیم نہ کرے گا۔ اب یہی علاج ہے کہ اس پر اثر ڈالا جائے کہ مَیں تمہارا دوست ہوں۔ اور شاید تمہاری بات پر زیادہ اعتبار کروں گا۔ میرا جلوس فلاں وقت نکلنے والا ہے اور مَیں قاضی کے مکان کی طرف سے گزروں گا۔ تم بھی اس مکان کے قریب ہی کھڑے رہنا۔ مَیں تمہارے ساتھ اس طرح گفتگو کروں گا جیسے بے تکلف دوست سے کی جاتی ہے۔ تم گھبرانا نہیں اور دلیری سے باتیں کرنا۔ چنانچہ جلوس کے وقت وہ تاجر قاضی کے مکان کے قریب ہی آ کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ وہاں پہنچا تو پہچان کر کہنے لگا کہ فلاں تاجر صاحب سنایئے کیا حال ہے۔ مدت سے آپ ملے ہی نہیں۔ تاجر نے جواب دیا حضور اچھا ہوں۔ مَیں باہر گیا ہوا تھا واپس آیا تو بعض پریشانیاں لاحق ہو گئیں۔ لین دین کے معاملات میں کچھ خرابی تھی۔ اسی میں لگا رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ ہمارے دوست ہیں۔ چاہیئے تھا فوراً ہمارے پاس پہنچتے۔ وہ کونسی پریشانی تھی جسے ہم دور نہ کر سکتے۔ تاجر نے کہا۔ نہیں حضور وہ خود ہی دور ہو جائیں گی۔ حضور کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر کوئی موقع ہؤا تو حاضر ہو کر عرض کروں گا۔ بادشاہ تو یہ باتیں کر کے

آگے چلا گیا اور قاضی فوراً اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میاں سناؤ تم ایک دفعہ آئے تھے اور کہتے تھے کہ تم نے کچھ روپیہ میرے پاس امانت رکھا تھا۔اس کے بعد تم آئے ہی نہیں۔ آکر اس کا کچھ اتہ پتہ بتاتے تو یاد آ سکتا تھا۔ تاجر نے پھر وہی باتیں جو کئی بار پہلے بھی کہہ چکا تھا دوہرا دیں کہ آپ یوں بیٹھے تھے اس طرح کی تھیلی تھی ایسا رنگ تھا اور اس میں روپے رکھے تھے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا کہ اوہو! تم نے یہ سب باتیں پہلے کیوں نہ یاد کرائیں۔ ایسی تھیلی تو میرے پاس پڑی ہے۔ آکر لے جاؤ۔ چنانچہ اپنی امانت واپس لے آیا۔

تو یہ ذہنیت کا سوال ہے۔ ایک وقت اس نے سمجھا کہ مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں اس تاجر کا کوئی مددگار نہیں۔ مَیں اس کی امانت ہضم کر لوں گا تو اس نے انکار کر دیا۔ مگر جب دیکھا کہ بادشاہ اس کا دوست ہے اور یہ روپیہ ہضم نہ ہو سکے گا تو فوراً واپس کر دیا۔

اسی طرح جب ماتحت حکام کو خیال ہو کہ حکومت کی ذہنیت کسی جماعت کے موافق ہے تو وہ شرارت سے رکے رہتے ہیں لیکن جب ان کا خیال ہو جائے کہ اعلیٰ حکام کی رائے اس جماعت کے خلاف ہے تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں۔ باتیں تو وہی ہوتی ہیں مگر جب حکام کی ذہنیت خراب نہ ہو تو وہ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ مخالف ایسی باتیں بنایا ہی کرتے ہیں۔ مگر جب حکام کی ذہنیت خراب ہو جائے تو وہ انہی باتوں کو بہت اہمیت دے دیتے ہیں۔

یہ باتیں جہاں تک ہم سمجھتے ہیں پنجاب گورنمنٹ سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ انگریز قوم سے نہیں۔ انگریز قوم میں بعض لوگ ہمارے دوست ہیں۔ اور گزشتہ شورش کے ایام میں انہوں نے ہماری مدد بھی کی تھی اور برطانوی حکومت نے ان باتوں میں دخل ہی نہ دیا تھا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ پنجاب گورنمنٹ یا اس کے بعض عہدہ داروں کی طرف سے ہمارے خلاف کارروائیاں ضرور کی جاتی ہیں اور ہمارے لئے ایک اور مشکل بھی ہے اور وہ یہ کہ ہماری شریعت ہمیں حکومت کا

وفادار رہنے کا حکم دیتی ہے۔ دوسرے لوگوں کو اگر ایسے حالات پیش آئیں تو وہ خلافِ قانون حرکات سے اپنا غصہ نکال لیتے ہیں مگر ہمیں اس کی بھی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ناجائز دکھ پہنچانے والے دلائل سے نہیں مانا کرتے۔ کہتے ہیں لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے اور یہ ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہم سے چھین لیا ہے۔ ہمیں یہی حکم ہے کہ یا تو جس ملک میں رہو اس کی حکومت کی فرمانبرداری کرو یا پھر اس ملک کو چھوڑ دو۔

ہمارے مقدس مذہبی مقامات قادیان اور پنجاب میں ہیں۔ اس لئے ہم ملک کو بھی نہیں چھوڑ سکتے اور حکومت کی مخالفت بھی نہیں کر سکتے۔ پس اس صورت میں ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور اس سے عاجزانہ دعائیں کریں اور کہیں کہ اے خدا دشمن ہم پر حملے کر رہا ہے اور ہمارے ہاتھ تُو نے باندھے ہوئے ہیں اور ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہمارے دشمن کے ہاتھ بھی تو ہی باندھ دے ہمارے لئے جو مشکلات ہیں وہ بھی تیری کسی حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہی ہیں اور تیرا فضل ہو تو انہی مشکلات سے بہت اعلیٰ نتائج ہمارے لئے نکل سکتے ہیں یہ مشکلات گو سخت ہیں مگر ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے فضل سے ان کو دور فرما دے۔

ہماری جماعت نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے تازہ نشانات دیکھے ہیں اور حال ہی میں ایک نشان حیرت انگیز طور پر پورا ہؤا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ بعض لوگ خود غور نہیں کرتے اور پوچھتے ہیں کہ فلاں رؤیا کس طرح پورا ہؤا۔

مَیں نے اکتوبر 1940ء میں رؤیا دیکھا تھا کہ میرے سامنے کچھ کاغذات پیش کئے گئے ہیں جو پٹیان گورنمنٹ کے متعلق ہیں اور ان کو دیکھ کر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ حرکات انگریزوں کے خلاف کر رہی ہے۔ اور انگریز پہلی دوستی کے لحاظ کی وجہ سے کچھ کر نہیں کر سکتے اور مَیں خواب میں ہی گھبراتا ہوں کہ اب کیا بنے گا۔ تو میرے دل میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ صرف ایک سال کی بات ہے۔ سال کے

اندر اندر یہ حالت بدل جائے گی۔ بعض دوستوں کو یہ رؤیا سنایا اور یہ بھی کہا کہ اس کی چار تعبیریں ہو سکتی ہیں۔ یا تو مارشل پٹیان مر جائیں گے یا ان کی حکومت بدل جائے گی یا پٹیان گورنمنٹ پورے طور پر جرمنی سے مل جائے گی اور اس طرح برطانیہ کو جو کچھ اس کا لحاظ ہے وہ جاتا رہے گا اور وہ پوری طاقت کے ساتھ اس کا مقابلہ کر سکے گی یا پھر وہ انگریزوں کے ساتھ مل جائے گی اور یہ رؤیا حیرت انگیز طور پر پورا ہوا ہے۔ فرانس کی شکست سے ٹھیک ایک سال کے بعد عراق میں جرمنوں نے بغاوت کرائی اور ایسے نازک حالات پیدا ہو گئے کہ خطرہ تھا ہفتہ عشرہ میں ہی جنگ ہندوستان تک آپہنچے گی اور اس بغاوت کے سلسلہ میں شام کی فرانسیسی حکومت نے جرمنوں کو مدد دی اور اس طرح انگریزوں کے لئے جو پہلے فرانس کے ساتھ اس وجہ سے جنگ نہ کرنا چاہتے تھے کہ دنیا میں ان کی بدنامی ہو گی اور لوگ کہیں گے کہ اپنے سابق حلیف کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں اس کا مقابلہ کرنے کا موقع خود بخود پیدا ہو گیا اور انہیں فرانس کو نوٹس دینا پڑا اور جب پھر بھی فرانس کے رویہ میں تبدیلی نہ ہوئی تو انہوں نے اس کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔ دیکھو کس طرح یہ رؤیا ایک سال کے اندر اندر پورا ہو گیا ورنہ اس وقت دونوں کی طرف سے اعلان ہوتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا نہیں چاہتے۔ فرانس والے کہتے تھے کہ ہم انگریزوں سے لڑائی نہیں چاہتے اور انگریز کہتے تھے کہ ہم فرانس کے کسی علاقہ پر قبضہ کے خواہاں نہیں اور دونوں میں جنگ ناممکن نظر آتی تھی۔ مگر 7، 8 ماہ کے بعد ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ عراق میں شرارت پھیلی اور انگریزوں نے وہ علاقہ اپنے اقتدار میں لے لیا جسے اڈا بنا کر جرمن حکومت سب سے زیادہ انگریزوں کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔ پھر قریباً دو ماہ سے فرانس میں کبھی جرمن افسر قتل کئے جاتے ہیں اور کبھی پٹیان گورنمنٹ کے افسروں پر حملے ہوتے ہیں۔ گویا فرانس میں انگریزوں کے حامیوں کا اتنا زور بڑھ رہا ہے کہ اب پٹیان گورنمنٹ ان کو دق نہیں کر سکتی۔ ایک سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کو ایسے رنگ میں پورا کر دیا ہے کہ

حیرت ہوتی ہے۔ مَیں نے یہ رؤیا بعض دوستوں کو سنایا تھا۔چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کو بھی سنایا تھا۔ انہوں نے سن کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مارشل پٹیان مر جائے گا۔ مگر مَیں نے کہا کہ نہیں اس کی چار تعبیریں ہو سکتی ہیں۔ جلسہ سالانہ پر بھی سنایا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ہیں جو ہم دیکھتے ہیں ورنہ سیاسیات سے ہمارا کیا تعلق۔ ہمیں تو ہندوستان بلکہ پنجاب کی سیاسیات کی بھی سمجھ نہیں چہ جائیکہ انگلستان اور فرانس کے سیاسی معاملات کو سمجھ سکیں اور پتہ لگا سکیں کہ ایک سال بعد کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ خبریں پہلے سے بتا دیتا ہے تا ایک نشان ہو۔عام خیال تھا کہ کریٹ پہنچ کر جرمن اپنی فوجیں شام میں اتار دیں گے اور یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ خطرہ کا یہ مقام بھی دور ہو گیا جیسا کہ اس خواب میں بتایا گیا تھا۔ یہ نشانات بتاتے ہیں کہ ہمارا خدا بہت طاقتور ہے اور انسانی حکومتیں اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔جب ہرہیس انگلستان میں اترا، میں سندھ میں تھا۔رات کو مَیں نے ریڈیو پر خبریں سنیں۔ان میں اس کے اترنے کا کوئی ذکر نہ تھا۔یوں وہ اتر چکا تھا۔رات کو مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا جرمن لیڈر ہوائی جہاز سے انگلستان میں اترا ہے۔ صبح مَیں نے بعض دوستوں کو خطوط لکھے تو ان میں اس کا ذکر دیا کیونکہ صبح کی خبروں میں ریڈیو پر یہ خبر بھی آ گئی تھی۔ مَیں نے خواب میں جو جرمن لیڈر دیکھا اس کا اَور نام تھا مگر خواب میں بعض اوقات ایک سے مراد دوسرا ہوتا ہے۔ بعض اوقات باپ سے مراد بیٹا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ابو جہل کے ہاتھ میں جنت کے انگوروں کا خوشہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں بہت گھبرایا اور دل میں کہا کہ کیا خدا تعالیٰ کا رسول اور اس کا دشمن دونوں ایک جگہ ہوں گے مگر بعد میں عکرمہ مسلمان ہو گئے تو معلوم ہوُا کہ اس رؤیا میں ابو جہل سے مراد اس کا بیٹا تھا۔2 بعض دفعہ خواب میں بیٹا دکھایا جاتا ہے تو مراد اس سے باپ ہوتا ہے۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔خواب میں مَیں نے اور جرمن لیڈر دیکھا تھا مگر

اس کی ایک تعبیر یہ تھی کہ ہمیں ہوائی جہاز سے اترا ہے اور ابھی ایک اور تعبیر ہے جو ابھی پوری ہونے والی ہے۔اس خواب میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بعض اور باتیں بھی ظاہر فرمائیں جو بہت مخفی ہیں اور کسی پر مَیں نے ان کو ظاہر نہیں کیا۔غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت ہماری مدد ہوتی ہے۔اس لئے ہم وہ ہتھیار کیوں نہ استعمال کریں جو اس نے ہمیں دیا ہے اور جو دعا کا ہتھیار ہے۔دنیوی لحاظ سے ہم بے بس اور بے کس ہیں مگر دراصل نہیں ہیں۔سچی بات یہ ہے کہ ہم سے زیادہ طاقت ور اور کوئی نہیں ہے۔کیونکہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہے۔اور جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد ہو وہ بے بس اور بے کس نہیں ہوتا۔

رسول کریم ﷺ ظاہری لحاظ سے بالکل بے بس تھے اور ایسی بے بسی تھی کہ مکہ کے لوگ جن کے پاس کوئی بڑی طاقت یا حکومت نہ تھی مدینہ پر چڑھ آتے تھے۔ ایسی بے بسی کی حالت میں ایران کے بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کا حکم یمن کے گورنر کو بھیجا اور اس نے اپنے آدمی آپ کے پاس بھیجے۔انہوں نے آپ کو سمجھانا شروع کیا۔وہ خیال کرتے تھے کہ یہ عرب کے لوگ ایران کے بادشاہ کی طاقت سے واقف نہیں ہیں۔اس لئے آپ سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلے چلیں۔ گورنر نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی سفارش بادشاہ کے پاس کر دے گا اور کہے گا کہ آپ قصور وار نہیں ہیں۔اور اس طرح آپ کو بچانے کی کوشش کرے گا۔لیکن اگر آپ نے انکار کیا اور ساتھ نہ گئے تو بادشاہ تمام عرب کو تباہ کر دے گا۔آپ نے ان قاصدوں سے کہا کہ تین دن تک جواب دیں گے۔آپ کی کوئی ذاتی طاقت تو نہ تھی۔آپ نے دعا کی اور آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے ایران کے بادشاہ کو اس کے بیٹے کے ہاتھ سے قتل کرا دیا ہے۔ایرانی لوگ اپنے بادشاہ کو خدا اور خداوند کہہ کر خطاب کرتے تھے۔اس لئے مقررہ دن جب اس کے قاصد جواب کے لئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خدا کو مار دیا ہے۔انہوں نے پھر آپ کو سمجھانا شروع کیا اور کہا کہ آپ ایسا جواب نہ دیں۔

ہمارے ساتھ چلے چلیں۔ گورنر سفارش کر دے گا۔ ورنہ تمام ملک پر آفت آ جائے گی اور عرب برباد ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور گورنر کو میرا یہی جواب دے دو۔ وہ چلے گئے اور گورنر یمن کو یہ جواب پہنچا دیا۔ اس نے کہا مَیں کچھ دن انتظار کروں گا حتّٰی کہ ایران سے ڈاک آ جائے۔ اگر یہ بات درست ہوئی تو مَیں بھی اس شخص پر ایمان لے آؤں گا اور اگر غلط ہوئی تو اللہ ہی عرب پر رحم کرے۔ کیونکہ کسریٰ تمام عرب کو تباہ کر دے گا۔ چند روز کے بعد اسے اطلاع ملی کہ ایران سے ایک پیغامبر خاص جہاز میں آیا ہے اور اس کے نام بادشاہ کا خط لایا ہے۔ اتنے میں پیغامبر خط لے کر آیا۔ جب دستور کے مطابق گورنر اسے بوسہ دینے لگا تو اس نے دیکھا کہ اس پر مُہر نئی تھی۔ جب اسے کھولا تو معلوم ہؤا کہ وہ نئے بادشاہ کی طرف سے تھا جو پہلے بادشاہ کا بیٹا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ہمارے باپ نے لوگوں پر بہت ظلم کئے تھے اور ملک کو تباہ کر رہا تھا اس لئے اپنے وطن کی محبت سے مجبور ہو کر ہم نے فلاں رات اسے قتل کر دیا۔ (یہ وہی رات تھی جب آنحضرت ﷺ کو الہام ہؤا تھا۔) اب ہم بادشاہ ہیں۔ اس لئے اب ہماری اطاعت کا سب سے اقرار لو۔ نیز ہمارے باپ نے بے وقوفی سے عرب کے ایک شخص کی گرفتاری کا حکم دیا تھا حالانکہ اس کا کوئی قصور نہ تھا اس لئے ہم اس حکم کو بھی منسوخ کرتے ہیں۔3

تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو اسے کوئی بڑی سے بڑی حکومت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس لئے ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنی چاہئیں۔

انگریزوں کی کامیابی کے لئے بھی ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں گو پنجاب گورنمنٹ کے بعض افسروں کا سلوک ہم سے اچھا نہیں مگر برطانوی قوم میں ہمارے دوست موجود ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو ہمیں اس قوم کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ دنیا کا کوئی قانون کسی کو اس بات پر

مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ حکومت کے لئے دعا بھی کرے۔ حضرت مسیح ناصری سے پوچھا گیا کہ ''قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں۔ ہم دیں یا نہ دیں۔ مسیح نے جواب میں کہا کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔''4 مگر انسانی دماغ کو اللہ تعالیٰ نے آزاد رکھا ہے اور وہ قید میں بھی آزاد ہوتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ ہتھکڑیاں لگا دیتے ہیں۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے ہیں۔ گلے میں طوق پہنا دیتے ہیں اور تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں۔ مگر اس حالت میں بھی انسانی دماغ آزاد ہوتا ہے۔ چاہے وہ 24 گھنٹہ بادشاہ کو گالیاں دے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

پس اگر ہم چاہیں تو انگریزوں کے لئے بد دعا بھی کر سکتے ہیں اور کوئی قانون ہم کو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا بلکہ یہ جان بھی نہیں سکتا مگر باوجود اس کے کہ ہم ایسا کرنے میں آزاد ہیں اور کوئی قانون ہم سے ایسا نہ کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کرتا پھر بھی ہم انگریزوں کے لئے دعائیں ہی کرتے ہیں اور انہیں اس کی پرواہ بے شک نہ ہو مگر ہم چاہیں تو بد دعا کر کے اپنے عقیدہ کی رُو سے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مگر ہم ایسا کرتے نہیں اور مَیں اب بھی جماعت کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ ان ایام میں بھی وہ برطانیہ کی فتح کے لئے ہی دعائیں کریں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں ان کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں اور جب تک ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اب ان کے اس حق کا جس کی وجہ سے وہ دعاؤں کے مستحق تھے خاتمہ ہو چکا ہے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔ پھر یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جہاں ان کو طاقت دے وہاں ان کے دماغ بھی ٹھیک رکھے اور ظالم افسروں کو انصاف کی طرف مائل کر دے۔ جب ہم کسی کے لئے یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسے طاقت اور تلوار دے تو ساتھ ہی یہ دعا بھی ضرور کرنی چاہئے کہ اس کے صحیح استعمال کی توفیق بھی اسے دے۔ ورنہ طاقت دلوا کر ہم لوگوں پر ظلم کرانے والے ہوں گے۔ اسی لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب مسلمانوں کے ذریعہ کسی کو طاقت ملے تو اس کے لئے دعا بھی

کرتے رہیں تا وہ اس طاقت کو غلط طور پر استعمال نہ کرے۔ درود میں بھی یہی حکمت ہے۔ یہ بھی ایک دعا ہی ہے جو نبی کے لئے کی جاتی ہے۔ انبیاء کے بھی فوائد ہوتے ہیں۔ گو اپنے اپنے مدارج کے لحاظ سے کسی کے کم اور کسی کے زیادہ اور وہ اگرچہ معصوم ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ خلفاء اگرچہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں ہوتے مگر ان کو بھی ایک عصمتِ صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسی غلطی میں پڑنے سے بچاتا ہے جس کے نتیجہ میں دین کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ نبی کا ہر فعل اپنی ذات میں معصوم ہوتا ہے مگر خلفاء کے افعال بحیثیت مجموعی خدا تعالیٰ کی حفاظت کے نیچے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی انبیاء کے لئے بھی اور خلفاء کے لئے بھی دعائیں کرنے کا حکم ہے جس کی ایک واضح مثال درود ہے۔ جس میں نبی اور اس کی آل کے لئے جس میں خلفاء سب سے زیادہ حق کے ساتھ شامل ہیں دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح جو دنیوی حاکم ظالم ہو اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ وہ اسے ہدایت دے اور جب کسی کو طاقت ملنے کی دعا کی جائے تو ساتھ ہی یہ دعا بھی ضروری ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ سلسلہ ہر لحاظ سے ترقی کرے اور احباب جماعت کو بھی ہر طرح کی ترقی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں پر ملائکہ نازل کرے۔ تا ہماری ایمانی قوت میں اضافہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارے تعلقات ایسے بڑھیں کہ ہم اس سے خوش ہو جائیں اور وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہماری زندگیاں آلائشوں سے پاک ہو جائیں اور ہمیں وہ مقام حاصل ہو جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جائیں۔ اور اگر یہ حالت پیدا ہو جائے تو گو ہمیں دنیوی برتری حاصل نہ ہو مگر دل کی خوشی انتہائی طور پر حاصل ہو جائے گی۔ دنیا میں مائیں کتنے دکھ اور تکالیف اٹھاتی ہیں مگر جب بچے یا خاوند کی طرف سے محبت کا ایک لفظ بھی بولا جائے تو ان کے سب دکھ دور ہو جاتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے اس کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے

کہ کوشش کریں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام حاصل ہو جائے اور ان کا خدا ان سے راضی ہو۔ صحابہ کے بہترین قوم ہونے کی دلیل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ 5 فرما دیا۔ یہ کتنی اعلیٰ درجہ کی خوشی ہے کہ ان کا خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ جسے بحیثیت قوم یہ حاصل ہو جائے اس کے اندر ایسی خوبی اور ایسا کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی کوئی اور قوم ٹھہر نہیں سکتی۔ ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ رضا ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے خزانے تنگ نہیں ہیں وہ بڑے سے بڑے انعام بھی کر سکتا ہے اس لئے اس سے مانگتے رہنا چاہئے اور کوئی بھی چیز مانگنے میں تأمل نہ کرنا چاہئے۔ وہ چاہے تو سب کچھ دے سکتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سب سے آخری انسان جو دوزخ میں رہ جائے گا۔ خدا تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ ہم تمہیں دوزخ سے نکال کر باہر کھڑا کر دیتے ہیں۔ بتاؤ تم اور کچھ تو نہ مانگو گے وہ کہے گا حضور اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا چاہئے۔ چنانچہ اسے نکال کر باہر کھڑا کر دیا جائے گا۔ کچھ عرصہ بعد دُور اسے ایک سبز سایہ دار درخت دکھائی دے گا اور وہ چاہے گا کہ اگر اس کے نیچے رہنے کا موقع مل جائے تو اس دھوپ اور گرمی سے نجات ہو جائے۔ کچھ دن تو وہ اپنے وعدہ کی وجہ سے چپ رہے گا مگر آخر بے تاب ہو کر کہے گا کہ خدایا گو مَیں نے وعدہ کیا تھا مگر یہاں دھوپ ستاتی ہے اگر اس درخت کے نیچے رکھ دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ پھر تو کچھ اَور نہ مانگو گے وہ کہے گا۔ نہیں حضور پھر کیا مانگنا ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اور اسے اس درخت کے نیچے جگہ مل جائے گی۔ وہاں کچھ عرصہ رہے گا اور خوش ہو گا کہ میری جنت یہی ہے پھر خدا تعالیٰ اور کچھ فاصلہ پر ایک اور درخت پیدا کرے گا۔ جو پہلے سے بہت زیادہ سر سبز ہو گا اور جس کے نیچے پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں گے اور وہ چاہے گا کہ اس کے نیچے اسے جگہ مل جائے۔ مگر اپنے وعدہ کی وجہ سے کچھ دیر تو وہ صبر کرے گا لیکن آخر برداشت

نہ کر سکے گا اور کہے گا کہ خدایا! میرا کوئی حق تو نہیں اور مَیں وعدہ بھی کر چکا ہوا ہوں لیکن اب رہا نہیں جاتا۔ مجھے اگر اس درخت تلے رکھ دیا جائے تو بہت مہربانی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ پھر تو اَور کچھ نہ مانگو گے؟ وہ کہے گا نہیں اور اسے وہاں رکھا جائے گا۔ وہاں سے اسے جنت نظر آئے گی اور اس کی نعمتیں دکھائی دیں گی اور کچھ عرصہ صبر کرنے کے بعد وہ کہے گا کہ مجھے جنت کی ذلیل ترین جگہ میں رہنے کی اجازت دے دی جائے اور پھر مَیں کبھی کچھ نہ مانگوں گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور فرمائے گا کہ دیکھو میرے بندے کو جتنی زیادہ نعمت ملتی ہے اتنی ہی اس کی حرص بڑھتی ہے اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے جنت میں جو جگہ پسند ہو اُسے رہنے دیا جائے۔6

تو دیکھو دوزخ میں سب سے آخر رہنے والا انسان اور خدا تعالیٰ کی رحمت اس کے دل میں کس طرح خود ہی لالچ پیدا کرتی اور پھر اسے انعامات دیتی ہے۔ درخت اُگانے کے معنی دراصل یہی ہیں کہ انسان مانگے اور مانگتا جائے۔ یہاں تک کہ اس مقام کو پالے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ 7 یہ تمام واقعہ دراصل ایک تمثیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بڑی سے بڑی نعمت سے بھی محروم رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بلائے گا اور اسے کہے گا کہ تو نے یہ بدی کی یہ کی اور اس کی چھوٹی چھوٹی بدیاں گنوائے گا حالانکہ وہ اس سے بہت بڑے بڑے گناہ کر چکا ہوا ہو گا اور جب خدا تعالیٰ معمولی معمولی بدیاں گنوائے گا تو وہ دل میں ڈر رہا ہو گا کہ اب میرے بڑے بڑے گناہوں کی باری بھی آئے گی اور وہ اس تصور سے شرمندگی محسوس کر رہا ہو گا مگر اللہ تعالیٰ وہ چھوٹی چھوٹی بدیاں ہی گنوا کر فرمائے گا کہ جاؤ میں نے یہ سب معاف کیں اور ہر ایک کے بدلہ تمہیں دس گنا زیادہ ثواب بھی دیا۔ اس پر وہ عرض کرے گا کہ حضور آپ تو میری بہت سی بدیاں بھول گئے۔ مَیں نے تو فلاں قتل بھی کیا، فلاں ڈاکہ ڈالا، فلاں

گناہ کیا، فلاں کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو میرا بندہ جب میں نے اس پر احسان کیا تو اتنا دلیر ہو گیا کہ خود بخود اپنے گناہ گنوا رہا ہے اور فرمائے گا کہ جاؤ ان کے بدلے بھی دس دس نیکیاں تمہیں دیں۔8 تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ صرف مانگنے کی ضرورت ہے اور اس سے بہت زیادہ انعامات مانگنے چاہئیں۔ جب انسان مانگنے جائے تو ڈرے نہیں۔ پس خوب دعائیں کرو کہ ہمیں قومی طور پر یہ مقام حاصل ہو جائے۔ اس کے لئے خوب دعائیں کرو۔ خواہ ماتھے رگڑے جائیں کبھی کوتاہی نہ کرو اور اس مقام کے لئے خصوصیت سے دعائیں مانگو کہ ہم بحیثیت جماعت اپنے رب سے راضی ہو جائیں اور ہمارا رب ہم سے بحیثیت جماعت راضی ہو جائے۔

مَیں اخبار والوں کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ جلد سے جلد یہ اعلان کر دیں اور پھر بھی چوکھٹے میں نمایاں طور پر اس کا بار بار اعلان کرتے رہیں۔ اس ہفتہ کی جمعرات کو پہلا روزہ رکھا جائے پھر پیر کو پھر جمعرات کو اسی طرح سات روزے پورے کئے جائیں۔" (الفضل 9 نومبر 1941ء)

1 مسلم کتاب الصیام باب اِسْتِحْبَاب صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ

2 السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 106-107 مطبوعہ مصر 1935ء

3 تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ 247 تا 249 دار الفکر بیروت 1987ء

4 مرقس باب 12 آیت 17۔ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور 1994ء

5 التوبۃ : 100

6 بخاری کتاب الرِّقَاق باب الصراط جسر جہنم

7 الذّٰریٰت : 57

8 صحیح مسلم کتاب الایمان باب آخر اھل النار خروجًا